مہر اور جہیز
فکرِ اسلامی کی روشنی میں
محمد شہاب الدین مصباحی
www.jannatikaun.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مہر اور جہیز

فکرِ اسلامی کی روشنی میں

تالیف

مولانا محمد شہاب الدین مصباحی (مہراج گنج)

شرف انتساب

میں اپنی اس ادنیٰ سی کاوش کو استاذ العلماء

حضور **حافظ ملت** علیہ الرحمۃ والرضوان

بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

کے نام منسوب کرتا ہوں

جن کے فیضانِ نظر سے

ہزاروں مردہ دلوں نے زندگی پائی

(محمد شہاب الدین مصباحی)

تقریظ جلیل

از: مبلغِ اہلِ سنت حضرت مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم و الہٖ و صحبہ اجمعین.

زیرِ نظر رسالہ "مہر اور جہیز" عزیزی مولوی محمد شہاب الدین مصباحی سلمہ کی قلمی کاوشوں کا نتیجہ ہے، جس میں انھوں نے معاشرے کی دو بڑی خرابیوں کی اصلاح کی کوشش کی ہے، ایک تو مہر سے متعلق افراط وتفریط اور دوسرے مطالبۂ جہیز۔ مہر کے بارے میں یہ غلط فہمی عام ہے کہ اسے مرنے کے بعد شوہر ادا کرے گا یا طلاق کے بعد، ان دونوں حادثات سے قبل دینے لینے کا تصور ہی نہیں ہوتا۔ حالاں کہ یہ بھی اور دَینوں کی طرح ایک دَین ہے، جو شوہر کے ذمے واجب ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے جس قدر جلد ہو سکے ادا کر دینا چاہیے۔ اس رسالے میں اس پر بھی مختصر بحث کر دی گئی ہے اور مہر کی قسمیں بھی بیان کر دی گئی ہیں۔ قرآن پاک، احادیثِ کریمہ اور اقوالِ ائمہ سے تمام شکلوں کے احکام بھی واضح کر دیے گئے ہیں۔ ضرورت ہے کہ مسلمان معاشرے کے غلط رسم ورواج کو چھوڑ کر شریعتِ مطہرہ پر عمل کریں۔

دوسرا اہم موضوع ہے "جہیز"۔ آج کل جہیز کے مطالبات نے پورے معاشرے کو تباہی کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ جس کے پاس ایک سے زائد لڑکیاں ہوں تو اس کی پوری موت ہو جاتی ہے، اگر یہ اختیاری ہو تو کوئی زیادہ قباحت کا سبب نہیں۔ لیکن جبری مطالبۂ جہیز نے صورتِ حال کو نہایت بھیانک اور تباہ کن بنا دیا ہے، اور حیرت ہے کہ اہلِ علم اور اہلِ دین ہر دو طبقے اس بلائے بے درماں کے سلسلے میں چشم پوشی اور خاموشی کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں۔ خود واعظانِ منبر ومحراب اس کے بارے میں کھل کر بولتے نظر نہیں آتے۔ اصل بات یہ ہے کہ مفت میں ہزاروں اور کبھی لاکھوں کا مال ہاتھ آجانا سب کو بھاتا ہے اور اچھے خاصے دین دار لوگوں کے منہ میں بھی پانی آجاتا ہے۔ اس لیے اس کے خلاف قرارِ واقعی کوششوں کا فقدان نظر آ رہا ہے، حالاں کہ پورا معاشرہ اس کی وجہ سے نہایت درجہ بے چینی کی زندگی گزار رہا ہے۔ غریبوں اور متوسط درجے کے لوگوں کے لیے تو یہ لعنت جان لیوا ثابت ہو رہی ہے۔ کتنے باپوں نے محض اس لیے بچی کو ذبح کر ڈالا کہ شادی کے وقت جہیز کہاں سے لائیں گے اور کتنے باپوں نے خودکشی کر لی کہ نہ رہوں گا نہ جہیز کا مطالبہ پورا کرنا پڑے گا۔ کتنے باپ بچی کے جہیز کے لیے سودی قرض لیتے اور کتنے جائدادیں فروخت کر دیتے ہیں۔ کیا یہ حالات ایک دردمند مسلمان کو جھنجھوڑنے اور بیدار کرنے کے لیے کافی نہیں۔ اس لیے اس سلسلے میں مؤلف موصوف نے ایک مفید رسالہ تالیف کر دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسے بار بار پڑھا جائے، اپنے اسلامی بھائیوں کو سمجھایا جائے اور معاشرے کو اس جان لیوا رسم بد سے پاک کیا جائے، واعظان وخطبا اپنے مواعظ میں بھی اس پر روشنی ڈالیں اور اس موضوع پر سلجھے ہوئے لٹریچر بھی شائع کر کے گھر گھر پہنچائے جائیں۔

محمد عبدالمبین نعمانی قادری
المجمع الاسلامی، ملت نگر، مبارک پور، اعظم گڑھ

۱۵؍ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ
22-04-2008

مہر اور جہیز

فکر اسلامی کی روشنی میں

نسل انسانی کی بقا توالد وتناسل پر ہے اور توالد وتناسل کی بنیاد نکاح پر ہے۔ انسان چاہے کسی بھی معاشرے سے تعلق رکھتا ہو اپنے مذہب کے مطابق شادی، بیاہ ضرور کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ بہت سے مذاہب میں سنیاسی اور رہبانی زندگی کو معرفت حق سے زیادہ قریب بتایا گیا ہے لیکن مذہب اسلام چوں کہ مذہب فطرت دینِ وسط ہے اس میں تقرب الی اللّٰہ حاصل کرنے کے لیے تارک الدنیا اور اس کی رنگینیوں سے بے نیاز ہو جانے کا کوئی حکم نہیں ہے بلکہ جو اس دنیا کی ہنگامہ آرائیوں میں رہ کر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی بسر کرے وہ اللہ کا مقرب بندہ بن جاتا ہے۔ اسلام نے نکاح کے اصول وضوابط بہت تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ زوجین کے درمیان اتحاد واتفاق کو یوں قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے:

يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا. (نساء: ۱/۴)

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں پیدا فرمایا ایک جان سے اور اس سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا اور ان دونوں سے کثیر تعداد میں مرد وعورت پھیلا دیے اور اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے واسطے سے ایک دوسرے کے حقوق مانگتے ہو اور (ڈرو) قطع رحمی سے، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر ہر وقت نگراں ہے"۔

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یہ باور کرایا ہے کہ تم ایک باپ کی اولاد ہو اور تم سب کا پیدا کرنے والا ایک ہی خدا ہے۔ جب سب ایک خدا کے بندے ہیں تو سب کو اس کے احکام کی تعمیل کرنی چاہیے اور اس کی نافرمانی سے بچنا چاہیے۔ اس آیت میں انسانوں کے درمیان مساوات کا درس دیا گیا ہے کہ تم ایک باپ کی اولاد ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس ایک ہی نفس سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیٰ نبیینا وعلیہا السلام کو پیدا فرمایا

اس وقت حضرت آدم اور حضرت حوا آپس میں اجنبی تھے۔ عقد نکاح ہی کی بدولت رشتہ زوجیت میں منسلک ہوئے۔ اس طرح یہ پہلا عقد نکاح ہوا، اور یہی پہلا رشتہ ہے جو وجود میں آیا۔

نکاح کا معنی:-

لسان العرب میں ہے کہ کلام عرب میں نکاح کا معنی عمل ازدواج ہے، شادی کو بھی نکاح کہتے ہیں کیوں کہ یہی عمل ازدواج کا سبب ہے۔ جوہری نے کہا کہ نکاح کا اطلاق عمل ازدواج پر ہوتا ہے، اور کبھی عقد پر بھی نکاح کا اطلاق ہوتا ہے۔ (لسان العرب، ج:۱۴، ص:۲۷۹، بیروت)

شریعت میں نکاح اس عقد کو کہتے ہیں جس سے مِلكِ مُتعہ (عورت سے جنسی منفعت) حاصل ہو، اور اِستِمتاع (یعنی عورت سے فائدہ اٹھانا) حلال ہو۔

اسلام نے عقد نکاح کو اس شخص کے لیے واجب قرار دیا ہے جس کی جانب سے برائی کا خدشہ ہو، اور اعتدال کی حالت میں نکاح کرنا سنت موکدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ. (النور ۳۲/۲۴) اپنے غیر شادی شدہ لوگوں کی شادی کرو۔

اور ایک جگہ فرمایا:

فَلَا تَعۡضُلُوۡهُنَّ اَنۡ يَّنۡكِحۡنَ اَزۡوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوۡا بَيۡنَهُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ. (البقرہ:۲۳۲/۲)

تو عورتوں کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح سے نہ روکو جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہو جائیں۔

احادیث رسول میں بھی بکثرت نکاح کرنے کی ترغیب دی گئی اور خصی ہونے نیز غیر شادی شدہ رہنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنۡ كَانَ ذَا طَوۡلٍ فَلۡيَتَزَوَّجۡ. (معجم کبیر ج:۱۰، ص: ۱۴۹)

”جو شخص استطاعت رکھتا ہو، وہ شادی کرے“۔

ایک جگہ اور ارشاد فرماتے ہیں:

مَنِ اسۡتَطَاعَ مِنۡكُمُ الۡبَاءَةَ فَلۡيَتَزَوَّجۡ فَاِنَّهٗ اَغَضُّ لِلۡبَصَرِ وَاَحۡصَنُ لِلۡفَرۡجِ وَمَنۡ لَا فَلۡيَصُمۡ فَاِنَّ الصَّوۡمَ لَهٗ وِجَاءٌ. (بخاری شریف ج:۲، ص: ۷۵۸ مجلس برکات، مبارک پور)

”تم میں سے جو شخص گھر بسانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کرے کیوں کہ نکاح سے نظر نہیں بہکتی اور شرم گاہ محفوظ رہتی ہے اور جو شخص نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو وہ روزے رکھے کیوں کہ روزے اس کی شہوت کو کم کر دیتے ہیں“۔

نکاح کے متعدد فوائد ہیں۔ سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے نسل آدم کی بقا و استحکام ہے۔ انسان حصول اولاد کی جو کوششیں کرتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی محبت کا دخل ہے۔ کیوں کہ وہ اس کے حکم کی اطاعت ہی میں حصول اولاد کی کوشش کرتا ہے اسی لیے طلب اولاد کو باعث ثواب قرار دیا گیا ہے۔ سرکار علیہ السلام نے فرمایا:

تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ الْوَلُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ. (مشکوٰۃ: ۲۶۷)

خوب بچہ دینے والی عورتوں سے شادی کرو کیوں کہ میں کثرت امت پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔

نکاح کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کی شہوت کا زور ختم ہو جاتا ہے، اس کی نظر پاکیزہ ہو جاتی ہے اور گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کو بیوی کے ذریعہ سکون ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو حضرت آدم کی تسکین کے لیے پیدا فرمایا تھا۔ قرآن میں ہے:

وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا. (اعراف: ۷/۱۸۹)

اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے چین پائے۔

نکاح کی وجہ سے انسان کے قوت عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔ وہ ایک عملی انسان بن جاتا ہے، بیوی بچوں کی ذمہ داری اس کے سر آجاتی ہے۔ جس سے نظام عالم رواں دواں ہے، نکاح کی وجہ سے انسان کو معاشرے میں ایک باعزت مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ دنیا و آخرت کی بہت سی سعادتوں سے سرفراز ہوتا ہے۔

اسلام نے نکاح کا حسین ضابطہ جو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے اس کے کچھ شرائط بھی ہیں، جن کی بنا پر باہمی تعلقات میں استواری پیدا ہوتی ہے اور یہ معزز رشتہ مستحکم ہو جاتا ہے، اور اسی سے نکاح کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے، ورنہ نکاح ایک کھیل تماشہ بن کر رہ جاتا۔ انھیں شرائط میں ایک اہم شرط مہر بھی ہے۔

مہر کا مفہوم :-

مِلکِ مُتعہ (عورت سے جنسی منفعت) کے حصول کے بدلے میں جو رقم یا سامان بیوی کو دیا جائے اس کو مہر کہتے ہیں۔ اس کی تعریف کرتے ہوئے خاتم الفقہا علامہ محمد امین بن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، عنایہ کے حوالے سے فرماتے ہیں

"انہ اسم للمال الذی یجب فی عقد النکاح علی الزوج فی مقابلۃ البضع بالنسبۃ او بالعقد. (ردالمحتار ج:۲، ص:۲۳۰)

مہر کے کئی نام ہیں: صِداق، صَدُقہ، نحلۃ، عطیہ، عُقر، اجر، علائق، حِبا۔

درمختار میں ہے: "ومن اسمائہ: الصداق والصدقۃ والنحلۃ والعطیۃ والعقر."

علامہ شامی نے ان تین ناموں کا اور اضافہ فرمایا ہے: "افاد ان لہ اسماء غیرھا کالاجر والعلائق والحباء." (ردالمحتار ایضاً)

مہر کی کم سے کم مقدار:۔

مہر کی مقدار کم سے کم دس درہم ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا مَہْرَ اقلَّ مِنْ عَشَرَۃِ دَرَاھِمَ. (بیہقی ج:۷، ص: ۲۴۰ دارالفکر بیروت) دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔

مہر میں زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے، دس درہم دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی کے برابر ہے دس درہم کا جدید وزن ۶۵۰ء۳۲ گرام (یعنی بتیس گرام چھ سو پچاس ملی گرام) ہے اس لیے ایک درہم کا وزن ۲۶۵ء۳ رگرام ہے چاندی کی قیمت بازار میں گھٹتی بڑھتی رہتی ہے، زمان ومکان کے اختلاف سے مہر کی اقل مقدار بھی مختلف ہوگی، بتیس گرام چھ سو پچاس ملی گرام چاندی کا بھاؤ معلوم کر کے آسانی سے مہر کی مقدار متعین کی جاسکتی ہے۔

اگر دس درہم سے کم قیمت کا مہر باندھا تو پورا دس درہم یا اس کی قیمت واجب ہوگی اور اگر زیادہ مہر مقرر کیا تو جو مقرر کیا وہی واجب ہوگا، مہر نکاح کے لیے شرط کا درجہ رکھتا ہے، حتی کہ اگر مہر کا ذکر ہی نہیں کیا تب بھی مہر مثل دینا واجب ہے۔

تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(وکذا یجب) مھر المثل (فیما اذا لم یسم) مھرًا (او نفی ان وطی) الزوج (او مات عنھا اذا لم یتراضیا علی شیٔ) یصلح مھرًا (والا فذلك) الشیٔ (ھو الواجب). (ردالمحتار، ج:۴، ص:۲۴۲)

اگر مہر مقرر نہیں کیا یا مہر کا نام نہ لیا یا مہر کی نفی کر دی تو مہر مثل واجب ہے اگر شوہر نے وطی کر لی یا مر گیا ہاں! اگر دونوں نے رضامندی سے مہر بننے کے لائق کوئی چیز مقرر کر لی تو وہی واجب ہے۔

مہر مثل :-

عورت کے خاندان کی اس جیسی عورت کا جو مہر ہو وہ اس کے لیے مہر مثل ہے مثلاً اس کی بہن پھوپھی چچا کی بیٹی وغیرہا کا مہر، اس کی ماں کا مہر اس کے لیے مہر مثل نہیں جب کہ وہ دوسرے گھرانے کی ہو اور اگر اس کی ماں اسی خاندان کی ہو مثلاً اس کے باپ کی چچا زاد بہن ہے تو اس کا مہر اس کے لیے مہر مثل ہے۔ وہ عورت جس کا مہر اس کے لیے مہر مثل ہے وہ ان امور میں اس جیسی ہو ان کی تفصیل یہ ہے: عمر، جمال، مال میں مشابہ ہو دونوں ایک شہر ایک زمانہ میں ہوں، عقل، تمیز، دیانت، پارسائی، علم و ادب میں یکساں ہوں دونوں کنواری اور اولاد ہونے نہ ہونے میں ایک جیسی ہوں۔ (بہار شریعت، ج:۸، ص:۶۲)

مہر تین طرح کا ہوتا ہے:

پہلی قسم مُعَجَّل :-

یعنی جس کو مجلس نکاح میں یا جلد ہی خلوت سے پہلے ادا کر دیا جائے، اگر لڑکی نابالغ ہے تو اس کا ولی یعنی باپ، دادا جو بھی اس کا ذمہ دار ہو وہ اس کا مالک ہوگا اور اگر بالغ ہے تو لڑکی خود اس کی مالک ہوگی۔ اگر شوہر نے مہر معجل ادا نہ کیا تو بیوی کو اس کی اجازت ہے کہ شوہر سے مطالبہ کرے، وہ نہ دے تو بیوی کو حق ہے کہ شوہر کو اپنے اوپر قابو نہ دے۔ (درمختار فوق ردالمحتار، ج:۴، ص:۲۹۲)

دوسری قسم مہر مُؤَجَّل ہے :-

جس کے لیے کوئی مدت متعین کر لی جائے اس مدت کے پوری ہونے سے پہلے ہی اگر طلاق یا میاں، بیوی میں سے کسی کی موت ہو جائے تو اس مہر کا فوراً ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے، اگر ادا نہیں کیا تو گنہگار ہوگا، ورنہ مدت پوری ہونے پر ضرور ادا کرنا ہوگا۔

تیسری قسم مہر مطلق ہے :-

یہ وہ مہر ہے نہ خلوت سے پہلے دینا قرار پایا ہو اور نہ کوئی معیاد مقرر ہو، یہی ہمارے ہندوستان میں رائج ہے مہر مطلق کا موت یا طلاق سے پہلے مطالبہ نہیں ہو سکتا اور نہ عورت اس کے لیے اپنے نفس کو کسی بھی وقت روک سکتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۲، ص:۱۷۱، جدید پور بندر، گجرات)

مہر اور موجودہ معاشرہ:-

مہر کی ادائیگی ایک اسلامی حکم ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ خوبیوں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے، وہ مِلک بِضعہ کے عوض میں دیا جاتا ہے، یہ فطری بات ہے کہ انسان جس چیز کو عوض دے کر حاصل کرتا ہے اس کی قدر بھی کرتا ہے اور جب مبادلہ دونوں جانب سے ہوتا ہے تو اس رشتہ ازدواج میں ایک قسم کا استحکام پیدا ہوتا ہے اس سے عورت کو بھی نفع حاصل ہوتا ہے اور شوہر کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ عورت عموماً نازک اور نرم خو ہوتی ہے، نکاح کے بعد اجنبی اور بے گانے گھر کی طرف کوچ کرنا اس کو وحشت میں مبتلا کر دیتا ہے، مہر کے مال سے اس کو ایک حد تک تسکین ملنے کی امید ہوتی ہے۔ مہر کے ذریعہ، معاشرتی زندگی میں ایک توازن برقرار رہتا ہے جو جس حیثیت کا ہوتا ہے اسی لحاظ سے مہر ادا کرتا ہے جس سے باہمی رشتہ مضبوط ہوتا ہے۔

قرآن مقدس و احادیث کریمہ میں مہر کا تاکیدی حکم آیا ہے لیکن آج لوگ اس کی تعیین اور ادائیگی کو سب سے حقیر اور آخری درجے میں رکھتے ہیں شادی کے جملہ مصارف اور غیر ضروری اخراجات پہلے ہی طے ہو جاتے ہیں۔ کھانے پینے، جہیز لین دین کے معاملات کو اولین حیثیت دیتے ہیں حالاں کہ یہ نکاح کی ضروریات سے نہیں مگر مہر جیسی ضروری اور اہم چیز کے بارے میں کوئی بات نہیں کی جاتی بلکہ جب قاضی صاحب نکاح پڑھانے کا عمل شروع کر دیتے ہیں اس وقت مہر کی تعیین کا خیال آتا ہے۔ مہر عورت کا حق ہے اس کی ادائیگی واجب ہے۔ حضرت شارح بخاری فقیہ اعظم ہند مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ معاشرے کی موجودہ صورت حال کی عکاسی کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

ہمارے سماج میں لڑکیاں ماں باپ کے بس میں ہوتی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ”مردہ بدست زندہ ہوتی ہیں“ تو بے جا نہ ہوگا وہ اپنے شادی کے معاملے میں اف نہیں کر سکتی ہیں، ہمارا ماحول ایسا ہے کہ اگر بے زبان مجبور لڑکیاں اپنی شادی کے معاملے میں زبان کھول دیں تو گستاخ، زباں دراز وغیرہ خطابات سے نوازی جائیں گی، مہر ان کا حق ہے اگر وہ ماحول کے دباؤ کی وجہ سے یا اپنی فطری حیا کی وجہ سے کچھ نہ بولیں یہ ان کی سعادت ہے مگر باپ پر فرض ہے کہ وہ اپنی لڑکی کے حق کو سمجھے اور اسے پورا پورا دلائے۔ (مقالات شارح بخاری جلد اول، ص:۳۸۴)

آج کل ہمارے معاشرے میں مہر کے معاملے میں اِفراط وتفریط پر عمل ہورہا ہے بعض علاقوں میں مہر کی مقدار اتنی کم رہتی ہے کہ بہ مشکل دس درہم کے نصاب کو پہنچتی ہے لیکن وہی لوگ جہیز کے معاملے میں بہت سخت واقع ہوتے ہیں۔ لڑکی والوں سے بغیر کسی رو رعایت کے جبراً جہیز کا مطالبہ کرتے ہیں ایسے لوگوں کو قرآن یہ تنبیہ کرتا ہے:

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَالَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْتَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ. (البقرہ ۲/۲۳۶)

جن عورتوں کو تم نے چھوا نہیں ہے ان کو طلاق دینے میں کوئی حرج نہیں اس حال میں کہ تم نے ان کا مہر مقرر نہیں کیا ہے اور انھیں خرچ دو مستطیع پر اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق یہ مناسب طریقہ پر ہونا چاہیے اور نیکوکاروں پر یہ واجب ہے۔

یہاں پر اس عورت کے طلاق کا بیان ہے جس کے ساتھ خلوت صحیحہ (ایسی جگہ جمع ہونا جہاں کوئی چیز مانع وطی نہ پائی جائے) نہ پائی گئی ہو اور اس کا کوئی مہر بھی مقرر نہیں کیا گیا ہو۔ قرآن پاک اس کے لیے یہ حسین ضابطہ بیان فرماتا ہے کہ ایسی عورت کو طلاق دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے لیکن اس کو خرچہ کے لیے کچھ دے دو تا کہ اس کی دلجوئی ہو جائے طلاق سے اس کے اندر جو وحشت پیدا ہوئی ہے اس کی تلافی ہو جائے۔ اسی کو مال متعہ کہتے ہیں یہ بھی بتایا گیا کہ خرچہ دینے میں نہ بخل سے کام لیا جائے نہ اسراف ہو کیوں کہ اسلام ایک معتدل مذہب ہے اس کے ہر حکم میں اعتدال ملحوظ ہے۔ اس کے اقدار وروایات افراط وتفریط سے پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَجَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً. (البقرہ ۲/۱۴۳) اور ہم نے تم کو درمیانی امت بنایا۔

اس لیے مہر کے معاملے میں بھی پست ہمتی اور دناءت کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے، اور یہ بھی یاد رکھیں کہ مہر کی ادائیگی شوہر کے ذمہ ہے۔ قرآن پاک فرماتا ہے:

وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً. (نساء ۴/۴) "اپنی عورتوں کے مہر خوشی خوشی ادا کرو"۔

اس آیت سے مہر کا وجوب ثابت ہوتا ہے کہ مرد خوشی خوشی مہر کو ادا کردے۔ جب تک عورت مہر کو معاف نہ کردے مرد کے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا۔ بعض لوگ زیادہ مہر پر راضی

ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ کچھ دینا تو پڑے گا نہیں۔ اس سے نکاح تو باطل نہیں ہوگا، مگر یہ بہت قبیح حرکت ہے۔ یہاں تک کہ حدیث شریف میں ارشاد ہوا جو مرد وعورت نکاح کریں اور مہر دینے، لینے کی نیت نہ رکھیں یعنی اسے دین نہ سمجھیں وہ قیامت میں زانی وزانیہ کی شکل میں اٹھائے جائیں گے۔ (السنن الکبریٰ بحوالہ فتاویٰ رضویہ (جدید) ج:۱۲،ص:۱۷۳)

اکثر علاقوں میں یہ رواج ہے کہ مہر کی رقم شوہر، بیوی سے معاف کرا لیتا ہے اور بیوی معاف بھی کر دیتی ہے۔ اگر عورت بہ طیبِ خاطر مہر کو معاف کر دے تو یہ جائز ہے کہ یہ کار ثواب ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـٴًـا مَّرِیْٓـٴًـا. (نساء: ٤/٤)

اگر عورتیں تمھیں خوشی سے کچھ دے دیں تو اسے لذت حاصل کرتے ہوئے خوش گوار سمجھتے ہوئے کھاؤ۔

حدیث شریف میں ہے:

مَنْ نَفَّسَ عَنْ غَرِیْمِهٖ اَوْ مَحٰی عَنْهُ كَانَ فِیْ ظِلِّ الْعَرْشِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ.

"جو اپنے مدیون کو مہلت دے یا معاف کر دے قیامت کے دن عرش کے سایہ میں رہے گا"۔ (مسند امام احمد۔ بحوالہ فتاویٰ رضویہ ج:۵،ص:۴۸۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے فتاویٰ رضویہ ج:۵، باب المھر میں اس کی نفیس تحقیق فرمائی ہے۔ یہ عام دستور بنا ہوا ہے کہ عورت جب مرنے لگتی ہے تو اس سے مہر معاف کراتے ہیں حالاں کہ مرض الموت میں معافی دیگر ورثہ کی اجازت کے بغیر معتبر نہیں ہے یعنی بیوی نے معاف کر دیا تو ایسی حالت میں وارثین کی اجازت کے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ آج مہر کے معاملہ کو بہت آسان سمجھا جاتا ہے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی ہے حالاں کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے اگر عورت کو مہر ادا نہیں کیا گیا تو قیامت میں اس کا سخت مواخذہ ہوگا۔ عورت کو یہاں تک حق ہے کہ اگر مہر معجّل مقرر کیا گیا ہے تو بغیر مہر وصول کیے عورت اپنے اوپر قابو نہ دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

تحقیق مقام یہ ہے کہ مہر معجّل لینے سے پہلے وطی یا خلوت بہ رضائے عورت واقع ہو جانا صاحب مذہب امام اقدم قدوۂ اعظم امام الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حق

منعِ نفس و منعِ سفر کسی کا اصلاً مسقط نہیں اور عورت کو اختیار رہے جب تک ایک روپیہ بھی باقی رہ جائے نہ تسلیم نفس کرے نہ شوہر کے ساتھ سفر پر راضی ہو۔ (البسط المسجل فی امتناع الزوجة بعد الوطی للمعجل، مشمولہ فتاویٰ رضویہ ج:۵،ص:۴۶۸،رضا اکیڈمی، ممبئی)

بعض حضرات زیادہ سے زیادہ مہر متعین کرنے میں اپنی شان سمجھتے ہیں اور اس پر فخر ومباہات کرتے ہیں سوا پانچ، ساڑھے سات لاکھ مہر کا مطالبہ کرتے ہیں کہ اس قرض کو ادا کرنے ہی میں شوہر کی آدھی عمر تمام ہو جاتی ہے۔ ایک مسلم کو دوسرے مسلم کا بھائی قرار دیا گیا ہے لیکن مال اور دنیا کی محبت پر لوگ اس طرح فریفتہ ہو چکے ہیں کہ ایک کی مشقتوں سے اپنے عیش کا سامان فراہم کرتے ہیں ان کے لیے یہ ارشاد ہی کافی ہوگا:

عن امیر المومنین عمر الفاروق الاعظم رضی اللّٰہُ تعالیٰ عنه قال ماعلمت رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم نکح شیئًا من النساء ولا انکح شیئًا من بناته علی اکثر من اثنتی عشرة اوقیة. (ترمذی شریف ج:۱، ص:۱۳۲)

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج یا صاحب زادیوں کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر کیا ہو (اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ بارہ اوقیہ ۴۸۰ر درہم ہوگا آج کل کے روپیوں سے تقریباً پینتیس ہزار روپے ہوں گے۔)

اسلام نے اگر چہ مہر کی زیادتی کی حد متعین نہیں کی ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچائی جائے اور ایک گھر کو آباد کرنے کے لیے دوسرے کے آشیانے کو جلا دیا جائے۔ آج حد سے زیادہ مہر متعین کرنے والوں کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بہتر مہر وہ ہے جو آسان ہو''۔ (بیہقی ج:۷/ص:۲۳۵) ایک مسلم بھائی کی تکلیف اور مشقت کو سمجھنا چاہیے اور اسے حتی الامکان آسانیاں پہنچانے کی فکر کرنی چاہیے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من نفس عن مسلم کربة من کرب الدنیا نفس اللّٰه کربة من کرب یوم القیامة ومن یسّر علی معسر فی الدنیا

جو شخص کسی مسلمان کو کسی تکلیف سے آرام پہنچائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سختیوں سے اسے آسانی پہنچائے گا اور جو کسی تنگ

يسر الله في الدنيا والآخرة (ترمذی، ج:۲، ص:۱۵، مجلسِ برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور)	دست پر دنیا میں آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ دنیا و آخرت میں آسانیاں کرے گا۔

آج ہمارے معاشرے میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس طرح کم جہیز لانے پر لڑکی کو کوسا جاتا ہے اور مختلف طریقوں سے ایذا پہنچائی جاتی ہے اور بسا اوقات نوبت یہاں تک آ پہنچتی ہے کہ اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے ایسے ہی مہر کی زیادتی بھی متعدد مصائب و آلام کا سبب بن جاتی ہے۔ باپ تو شادی کا خرچ نکالنے کے لیے مہر میں ڈھیروں رقم کا مطالبہ کر لیتا ہے۔ جسے سسرال والے کسی طرح ادا تو کر دیتے ہیں لیکن یہی مہر کا مطالبہ لڑکی کے لیے وبالِ جان بن جاتا ہے اور جہیز ہی کی طرح کبھی کبھی اس کی موت کا سبب بن جاتا ہے اور یہ مستحکم رشتہ محبت ایک دوسرے کے لیے عداوت میں تبدیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعض والدین مہر کو لڑکی کی قیمت کے طور پر وصول کرنا چاہتے ہیں وہ اخروی نعمتوں سے بے خبر ہو کر دولت و ثروت ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھتے ہیں۔ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے کی مثالیں تو ملتی ہیں مگر اس دور میں مہر اور جہیز کی صورت میں بچیوں اور بچوں کو ذریعہ تجارت سمجھنا اس سے بھی شرم ناک ہے۔ بچیوں کی صحیح تعلیم و تربیت اور شرعی طریقے پر ان کی شادی کرنا دخولِ جنت کا باعث ہے حدیث شریف میں ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من كانت له ثلاث بنات او اخوات او ابنتان او اختان فاحسن صحبتهن و اتقى الله فيهن فله الجنة. (ترمذی شریف، ج:۲، ص:۱۳)	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور تقویٰ و پرہیز گاری کے ساتھ ان کی اچھی تربیت کی تو اس کے لیے جنت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيمة انا وهو كذا وضم اصابعه رواه مسلم. (مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۴۲۱)	جس نے دو بچیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح آئیں گے اور انگلیوں کو ملایا۔

بلکہ یہ کہہ دینا مقصود ہے کہ مہر کی تعین جانبین کی معاشی حالت کے لحاظ سے کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مہر میں خطیر رقم لی جاسکتی ہے: ارشاد ربانی ہے:

وَاٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا. (قرآن مجید، سورۃ النساء، ٤/ ٢٠)

اور اسے ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

مگر حیثیت کا لحاظ کیے بغیر اس میں افراط وتفریط ضرور غیر مناسب ہے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد سے اس پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ حضرت ابوالعجفا سلمی فرماتے ہیں:

سمعت عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه یقول: ایاکم والمغالاة فی مهور النساء لو کانت تقویٰ عند اللّٰہ او مکرمة عند الناس لکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم اولاکم بها ما نکح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم شیئًا من نسائه ولا انکح واحدة من بناته باکثر من اثنی عشرة اوقیة وهی اربع مائة درهم و ثمانون درهمًا و ان احدهم لیغالی بمهر امراته حتی تبقی عداوة فی نفسه فیقول: لقد کلفت علق القربة. (السنن البیهقی، ج:١١، ص:٨، دارالفکر بیروت)

یعنی میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ عورتوں کی مہر گراں کرنے سے بچو کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر یہی تقویٰ کا معیار ہوتا یا لوگوں کے نزدیک یہی با عظمت ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے سب سے زیادہ اہل تھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ازواج میں سے کسی سے نکاح یا اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح بارہ اوقیہ سے زیادہ پر نہیں کیا، اوقیہ چار سو درہم ہوتا ہے ان میں سے کوئی اپنی بیوی کا مہر زیادہ کرتا ہے لیکن اس کے دل میں بغض باقی رہتا ہے تو کہنے لگتا ہے مجھے بہت تکلیف پہنچی۔

ایک دوسری روایت میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد پر ایک قریشی عورت کے مباحثے کا بھی ذکر ہے، حضرت بحر العلوم علامہ عبدالعلی فرنگی محلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

روی ابو یعلی وغیرہ عن مسروق قال: رکب عمر بن الخطاب علی منبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم قال ایھا الناس ما اکثارکم فی مھور النساء وقد کانت الصدقات فیما بین رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم و بین اصحابہ اربعمائۃ درھم فما دون ذلك فما دون ذلك ولو کان الاکثار فی ذلك تقویٰ عند اللّٰہ او مکرمۃ لم تسبقوھم الیھا ثم نزل فاعترضتہ امراۃ من قریش فقالت لہ یا امیر المؤمنین نھیت الناس ان یزیدوا فی صداقھن علی اربعمائۃ درھم قال: نعم قالت: اما سمعت اللّٰہ یقول: "وآتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئًا." فقال عمر: اللّٰھم کل احدٍ افقہ من عمر ثم رجع فرکب المنبر ثم قال ایھا الناس انی کنت نھیتکم ان تزیدوا النساء فی صداقھن علی اربعمائۃ درھم فمن شاء ان یعطی ما احب.(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت، ج:۲،ص:۲۹۲، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت ابو یعلی وغیرہ نے حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، آپ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر شریف پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اے لوگو! تم عورتوں کے مہر میں کتنی زیادتی کرتے ہو حالاں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کا مہر چار سو درہم یا اس سے کم اور اس سے بھی کم تھا اگر اس میں زیادتی ہی تقویٰ اور شرافت کی علامت ہوتی تو تم ان پر سبقت نہیں لے جاسکتے تھے پھر منبر سے نیچے اترے تو ایک قریشی عورت نے اعتراض کرتے ہوئے کہا اے امیر المومنین! آپ لوگوں کو چار سو درہم سے زیادہ مہر رکھنے کے لیے منع کرتے ہیں کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا: "واتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئًا." تو حضرت عمر نے ارشاد فرمایا: بخدا ہر شخص عمر سے زیادہ فقیہ ہے پھر آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اے لوگو! میں تمھیں چار سو درہم سے زیادہ مہر مقرر کرنے سے منع کرتا تھا اب جو جتنا چاہے دے۔

لڑکی کے والدین کو چاہیے کہ کسی پر اس کی استطاعت سے زیادہ بار نہ لادیں اور مہر کی رقم اتنی ہی متعین کریں جتنی وہ آسانی سے ادا کر پائے شوہر اور اس کے والدین کو بھی چاہیے کہ

دوسرے کی کوتاہی کی سزا کسی اور کو نہ دیں۔ اگر لڑکی کے والدین کی وجہ سے انھیں تکلیف پہنچتی ہے تو اس کی وجہ سے لڑکی کو اپنے عتاب کا نشانہ نہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (نساء: ١٩/٤) "اور عمدگی سے اپنی بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرو"۔

کتنی واضح اور دل نشیں ہدایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ مِنْ اَكْمَلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ. (ترمذی شریف: ج:٢، ص:٨٥، مجلس بركات، مبارك پور)

مومن کامل وہ شخص ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی سے اچھا برتاؤ نہیں کرتا اور اس کے ساتھ ملاطفت سے پیش نہیں آتا وہ کامل مومن نہیں ہے۔

رضی اللہ عنہن
امہات المومنین کا مقررہ مہر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پچیس سال کی عمر شریف میں نکاح فرمایا اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔ اس سے پہلے حضرت خدیجہ کی دو شادیاں ہو چکی تھیں۔ ایک ابو ہالہ بن زرارہ بن نباش سے دوسری عتیق بن عابد مخزومی سے۔ (اسد الغابہ ج:۷، ص:۸۹)

(۱) حضرت خدیجہ کا عقد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنے مہر پر ہوا اس میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابو طالب کے خطبہ میں ہے کہ انھوں نے اپنے مال سے بیس اونٹ مہر میں دیا۔ ورقہ بن نوفل کے خطبہ میں ہے، چار سو مثقال چاندی مواہب لدنیہ کی بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کا مہر ساڑھے بارہ اوقیہ تھا۔ ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے پانچ سو درہم ہوئے تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ اس زمانے میں بیس اونٹ کی قیمت پانچ سو درہم یا چار سو مثقال ہوگی۔ (مدارج النبوۃ ج:۲، ص:۴۴)

(۲) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو درہم مقرر رہا۔ (سیرت ابن ہشام ج:۴، ص:۲۹۲)

(۳) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مہر بھی چار سو درہم متعین ہوا تھا۔
(سیرت ابن ہشام ج:۴، ص:۷۹)

(۴) ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی چار سو درہم پر ہوا۔
(سیرت ابن ہشام، ج:۴، ص:۲۹۳)

(۵) ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا عقد بھی چار سو درہم پر ہوا۔
(سیرت ابن ہشام، ج:۴، ص:۷۹۵)

(۶) ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے مہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرش جس پر پتیوں کا بھراؤ تھا، ایک پیالہ، ایک رکابی اور ایک چکی دی۔ (سیرت ابن ہشام، ج:۴، ص:۲۹۲)

(۷) ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو چار سو دینار مہر پر عقد میں لیا۔
(سیرت ابن ہشام، ج:۴، ص:۲۹۳)

(۸) ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو درہم تھا۔
(سیرت ابن ہشام، ج:۴، ص:۲۹۲)

(۹) ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کا مہر قبیلہ بنی مصطلق کے تمام قیدیوں کی آزادی کو بنایا۔ ایک روایت میں ہے کہ چار سو درہم سرکار علیہ السلام نے عنایت فرمایا۔ (سیرت ابن ہشام، ج:۴، ص:۲۹۴/۲۹۳)

(۱۰) ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کے عقد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا نے چار سو درہم مہر کے طور پر دیا۔

(۱۱) ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا غزوۂ خیبر میں قیدی تھیں آپ کی آزادی کو آپ کا مہر قرار دیا گیا۔ (سیرت ابن ہشام، ج:۴، ص:۲۹۴)

مہر فاطمی:-

حضرت فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر چار سو مثقال یعنی ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی تھی۔ جس کی قیمت فی تولہ پانچ روپیہ کے حساب سے آٹھ سو روپے ہوئی، اور اگر چاندی کی قیمت مثلاً چالیس روپے بھر ہو جائے تو ایک سو ساٹھ روپے بھر چاندی کی قیمت چھ ہزار سو روپے ہوگی۔ (فتاوی رضویہ ج:۵، ص:۳۲۵) (موجودہ روپیوں سے اس کی قیمت تقریباً انتالیس ہزار روپے سے زیادہ ہوگی۔)

اصل مہر کریم جس پر عقد اقدس ہوا چار سو مثقال چاندی تھی۔ لہذا علمائے سیر نے اسی پر جزم فرمایا۔ مرقاۃ میں ہے:

ذَكَرَ السَّيِّدُ جَمَالُ الدِّيْنِ الْمُحدثُ فِي رَوْضَةِ الْأَحْبَابِ أَنَّ صُدَاقَ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا كَانَ أَرْبَعَ مِائَةِ مِثْقَالٍ فِضَّةٍ وَكَذَا ذَكَرَهُ صَاحِبُ الْمَوَاهِبِ.

محدث سید جمال الدین نے "روضۃ الاحباب" میں ذکر کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار سو مثقال چاندی تھا اور اسے صاحب مواہب نے بھی ذکر کیا ہے۔

پھر اسی صفحہ پر چند سطروں کے بعد ہے مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے اور یہاں کا روپیہ ساڑھے گیارہ ماشہ تو چار سو مثقال چاندی کے پورے ایک سو ساٹھ روپے (بھر) ہوئے۔ (انوار الحدیث ص:۳۳۳) چار سو مثقال جدید وزن کے لحاظ سے ۱۸۶۶٫۲۴۰ کلوگرام یعنی ایک کلو آٹھ سو چھیاسی گرام دو سو چالیس ملی گرام ہے اس لیے کہ ایک مثقال کا وزن ۴٫۶۵۶ گرام ہوتا ہے۔

مہر کے معاملے میں افراط وتفریط سے کام لینے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور ان کی صاحب زادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن کے مہر اور ان کے حزم واحتیاط سے سبق لینا چاہیے۔ مہر اتنا زیادہ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ شوہر یا اس کے ولی کے لیے پریشانی کا موجب ہو جائے اور نہ ہی اتنا کم ہونا چاہیے کہ مہر شرعی کی مقدار کو نہ پہنچ سکے۔

بعض نادان اور دیہاتی عورتیں مہر لینے سے انکار کر دیتی ہیں۔ اسی میں شوہر کے ساتھ پوری محبت اور ہمدردی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے مہر کی کوئی مقدار اور مدت بھی مقرر نہیں کی جاتی ہے ایسی صورت میں طلاق یا زوجین میں سے کسی ایک کی موت کے وقت مہر مثل واجب ہوگا۔ (مہر مثل عورت کے خاندان کی عمر وحسن میں مماثل لڑکیوں کا مہر ہے) چناں چہ فتاویٰ رضویہ میں شامی کے حوالے سے ہے۔

اگر خاوند فوت ہو جائے یا نکاح سے بیس سال بعد طلاق دے تو بیوی کو موخر کردہ مہر طلب کرنے کا حق ہے کیوں کہ اس مہر کے مطالبہ کا حق موت یا طلاق کے بعد ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ نکاح کے وقت۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۱۲، ص:۱۳۸، جدید ایڈیشن)

مہر کی ادائیگی کے بغیر اور عورت کے بغیر معاف کیے ہوئے اگر شوہر فوت ہو گیا تو قیامت میں اس کی گرفت ہوگی۔ بسا اوقات امتداد زمانہ کی وجہ سے مہر موجل میں اختلاف کی صورت پیدا ہو جاتی ہے اس اختلاف کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

ایک یہ کہ نفس مہر میں اختلاف ہو ایک فریق کہتا ہے مہر باندھا تھا دوسرا کہتا ہے مہر کا تذکرہ ہی نہیں ہوا تھا، جو کہتا ہے کہ مہر باندھا تھا وہ گواہ پیش کرے اور اگر نہ پیش کرے تو انکار کرنے والے سے حلف لیا جائے گا اور مہر مثل واجب ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مقدار مہر میں اختلاف ہو اس صورت میں اگر مہر مثل اتنا ہے جتنا کہ عورت بتاتی ہے یا زیادہ ہے تو عورت کی بات قسم کے ساتھ مانی جائے گی، اور اگر مہر مثل شوہر کے کہنے کے مطابق ہے تو قسم کے ساتھ شوہر کی بات مانی جائے گی اور اگر فریقین میں سے کسی نے گواہ پیش کر دیا تو اس کا قول مانا جائے گا، مہر مثل چاہے کچھ بھی ہو اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو جس کا قول مہر مثل کے خلاف ہو اس کے گواہ معتبر ہوں گے اور اگر مہر مثل دونوں دعوؤں

کے درمیان ہے۔ مثلاً شوہر ایک ہزار مہر کا دعویٰ کرتا ہے اور عورت دو ہزار کی دعویدار ہے اور مہر مثل ڈیڑھ ہزار ہے تو دونوں سے قسم لیں گے جو قسم کھا جائے گا اس کا قول مقبول یا جو گواہ پیش کرے اس کا قول مانا جائے گا اور اگر دونوں قسم کھا لیں یا دونوں گواہ پیش کر دیں تو مہر مثل پر فیصلہ ہوگا۔

مہر کی ادائیگی سے متعلق احادیث:-

ذیل میں چند احادیث ذکر کی جارہی ہیں جو ہر قسم کی بے اعتدالی سے بچنے کے لیے رہنما ثابت ہوں گی:

(۱) عن عقبة بن عامر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال خير الصداق ايسره (كنز العمال ج:۸/۲۴۸ بحواله امجد الاحاديث)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین مہر وہ ہے جو آسان ہو۔

(۲) عن صهيب عن النبى صلى الله عليه وسلم قال من تزوج امراة ثم مات وهولا ينوى ان يعطيها مهرها فهوزان.

(كنز العمال، حديث: ۴۴۷۲۰)

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا پھر مر گیا اور اس کو اس کا مہر ادا کرنے کی نیت نہیں تھی وہ زانی کی طرح رہے گا۔

(۳) عن عقبة بن عامر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احق الشرط ان يوفى به مااستحللتم به الفروج.

(مسلم شريف ج:۱، ص:۴۵۵، مجلس بركات)

حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ سب سے اہم شرط جس کا پورا کرنا ضروری ہے وہ، وہ ہے کہ جس کے ذریعہ تم نے عورتوں کی شرم گاہ کو حلال کیا ہے۔ (یعنی مہر)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(۴) وَاَيُّمَا رَجُلٍ تَزَوَّجَ إمرَاةً عَلٰى صُدَاقٍ وَلَا يُرِيْدُ أَن يَعْطِيَهَا فَهُوَزَانٍ.

(بيهقى ج:۷/ص: ۲۴۱)

جو شخص کسی عورت سے مہر باندھ کر شادی کرے اور اس کو ادا کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا ہے تو وہ بدکار ہے۔

ان احادیث سے ظاہر ہوا کہ شوہر پر بیوی کا مہر ادا کرنا واجب ہے اگر اس میں کوتاہی ہوئی تو قیامت کے دن حقوق العباد کے سلسلے میں سخت گرفت کا خطرہ ہے کیوں کہ مہر کا اقرار محض رسمی نہیں ہوتا بلکہ شریعت نے اس کو بہر حال ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

جہیز اور موجودہ معاشرہ

آج ہمارے معاشرے میں بہت سی ایسی برائیوں نے جڑ پکڑ لیا ہے جو ہمارے لیے باعث تشویش اور پریشان کن ہیں جن کی وجہ سے اسلام جیسے معتدل اور سچے مذہب کو بدنامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔۔ان غلط رسم ورواج کی وجہ سے ایک مسلمان اور غیر مسلم میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ان خرافات کی بجا آوری میں مسلمان اس قدر دیوانے ہو چکے ہیں کہ حرام، حلال، جائز، ناجائز کی پرواہ ہی نہیں رہی ان خرافات کا نام ونمود کے علاوہ شریعت سے کوئی تعلق نہیں یہ جہالت اور دین سے دوری کے شاخسانے ہیں۔

انھیں خرافات میں سے ایک رسم جہیز کی بھی ہے موجودہ معاشرے میں جہیز نے جو صورت اختیار کر لی ہے۔وہ بے شمار برائیوں کا پیش خیمہ ہے۔اس کی وجہ سے مسلمان دینی اور دنیوی دونوں طرح کے نقصانات سے دوچار ہیں۔ذیل میں ان نقصانات کا ایک جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ بہت سی غریب لڑکیاں کنواری گھر بیٹھی رہ جاتی ہیں۔ان میں بعض، رفتہ رفتہ آوارگی اور بدچلنی کا بھی شکار ہو جاتی ہیں۔وقتی طور پر کسی طرح اگر نکاح ہو بھی گیا تو قلت جہیز کی وجہ سے ان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے اور وہ نعمت جس کو اسلام نے ایک عظیم رشتہ کی شکل میں عطا کیا ہے۔خون خرابے اختلاف وفساد کا باعث بن جاتا ہے لڑکیوں کو کوسا جاتا ہے، یعنی طعن ان کی زندگی کا ایک حصہ بن کر رہ جاتا ہے۔یہی نہیں بلکہ بے شرمی کی انتہا اس وقت ہو جاتی ہے۔جب یہ خبر سننے میں آتی ہے کہ فلاں لڑکی کو جلا کر یا کسی دوسری طرح قتل کر دیا گیا۔

(۲) دوسرا نقصان یہ ہے کہ غریب باپ اپنی بیٹی کا گھر بسانے یا داماد کا منہ بھرنے کے لیے جہیز کے انتظام وانصرام میں دردر کی ٹھوکریں کھاتا ہے۔مختلف دشواریوں سے دوچار ہوتا ہے اور جب امید کی کرن نظر نہیں آتی قرض کے لیے لوگوں کے سامنے دست سوال دراز

کرتا ہے اور اگر بے سودی قرض نہ ملے تو سود پر قرض لیتا ہے۔ قرآن حکیم نے جس کی سخت مذمت کی ہے اور اسے حرام قرار دیا ہے:

اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا. (۲/۲۷۵)

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام۔

ایک جگہ اور ارشاد فرمایا:

يَا يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوا مَابَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ. (۲/۲۷۸)

اے ایمان والو! اگر تم سچے مسلمان ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو۔

اور سود کی حرمت کے بارے میں رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرما ہے اسے بھی ملاحظہ کرلیں:

عن جابر قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم اكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء.(صحيح مسلم ج:۲،ص: ۲۷ مجلس بركات مبار كپور)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر لعنت فرمائی اور سود کھلانے والے پر اور سودی معاملہ کو لکھنے والے پر اور اس کی گواہی دینے والوں پر اور فرمایا: یہ تمام گناہ میں برابر ہیں۔

مسلمانو! اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جس چیز کو حرام قرار دیا اس کے پیچھے بھاگتے ہو چار دن کے عیش کی خاطر ہمیشگی کا عذاب مول لیتے ہو تھوڑے عیش وعشرت کی خاطر دوسروں کی دنیا ویران کرتے ہو۔

(۳) اگر سود پر بھی قرض نہیں مل سکا تو باپ بے چارہ ناجائز طریقوں سے مال حاصل کرنے پر مجبور ہوجاتا ہے یا تو دوسروں کے سامنے دست سوال دراز کر دیتا ہے اور طرح طرح کی جھڑکیاں اور طعنے سنتا ہے یا چوری، ڈاکا زنی پر مجبور ہوجاتا ہے۔ جو یقیناً ناجائز وحرام اور بہت بڑا گناہ ہے جس میں مرتکب کے ساتھ ساتھ وہ بھی شریک ہوگا جو اس گناہ کے ارتکاب کا سبب بنا ہے۔ یہ بری رسم دین سے دوری اور دنیا سے بے پناہ محبت کی پیداوار ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

حب الدنيا راس كل خطيئة. (كنز العمال : راقم الحديث ٦١١٤)

دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

جہیز کیا ہے؟:-

لغت میں اس سامان کو جہیز کہتے ہیں جو مسافر یا دلہن کے لیے تیار کیا گیا ہو یہ عربی لفظ جہاز سے ماخوذ ہے۔ جَهَّزَ يُجَهِّزُ باب تفعیل سے سامان تیار کرنے کو کہتے ہیں۔

ماں باپ کچھ کپڑے کچھ زیورات، کچھ سامان وغیرہ لڑکی کو دے کر رخصت کرتے ہیں اس کو جہیز کہتے ہیں۔ یقیناً یہ صورت جائز ہے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کو بھی کچھ سامان بصورت جہیز دیا تھا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ لڑکی کے والدین کو نقدی یا کسی خاص چیز کو دینے پر مجبور کیا جائے اگر والدین مذکورہ اشیا بھی نہ دیں تب بھی ان پر کوئی عتاب نہیں یہ والدین کی محبت وشفقت ہے کہ اپنی بساط بھر ساز وسامان دے کر رخصت کرتے ہیں۔ ماں باپ پر لڑکی کو جہیز دینا فرض یا واجب نہیں مگر آج کل شفقت ومحبت پر نام و نمود کی خواہش غالب ہے، دولت کی ہوس میں لڑکے والے باضابطہ روپیوں کی فرمائش کرتے ہیں اور اگر صراحۃً نہیں مانگ پائے تو کم از کم اتنا تو ضرور کہہ دیتے ہیں کہ فلاں جگہ کے رشتے والے اتنی رقم دے رہے تھے تاکہ وہ بھی اتنا جہیز دینے پر تیار ہو جائے۔

شریعت میں جہیز کی کوئی اہمیت نہیں قرآن وحدیث میں حقوق زوجین پر تفصیلی بحث موجود ہے۔ نکاح وطلاق اور دیگر معاشرتی مسائل سے کتب فقہ بھری پڑی ہیں۔ لیکن جہیز کے مسئلہ میں قرآن بالکل خاموش ہے علمائے متقدمین نے بھی جہیز پر بحث نہیں کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ جہیز کا اس زمانے میں یا تو وجود ہی نہیں تھا یا اس کی کوئی وقعت ہی نہیں تھی۔ بعد میں جب اس کا رواج ہوا ہے تو علمائے کرام نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ پرانے زمانے میں لڑکی والوں کی طرف سے لڑکے والوں سے مالی تعاون کا مطالبہ ہوتا تھا۔ کہ معقول مقدار میں لڑکی کے عوض میں وہ مال ادا کریں تو ہم اپنی لڑکی کا نکاح کریں گے، لیکن شومیٔ قسمت آج کے دور میں معاملہ بالکل برعکس ہو گیا ہے۔ شادی سے پہلے لڑکے والوں کی جانب سے لڑکی والوں سے نقدی یا موٹر سائیکل، رنگین ٹی وی، کولر، فریج اور دیگر بھاری بھر کم سامانوں کا مطالبہ بڑی شدت کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہی نہیں یہ جہیز آج متمول طبقہ میں فخر ومباہات کا

ذریعہ سمجھا جانے لگا ہے۔ کتب فقہ میں اس کی صراحت ملتی ہے کہ نکاح میں عوض عورت کی جانب سے نہیں بلکہ مرد کی جانب سے ہوتا ہے۔ ردالمحتار کتاب الھبہ میں قاضی خان کے حوالے سے ہے:

وفی النکاح العوض لا یکون علی المرأۃ: خانیہ وافتی فی الخیریۃ بذلک. (ردالمحتار، ج:۸/ص:۵۰۸)

نکاح میں عوض عورت پر نہیں ہوتا۔

عورت صنف نازک ہے اس لیے اسلام نے اپنے فطری نظام کے تحت مالی عوض کو مرد کے ذمے رکھا اور عورت کی کفالت کا مکلف بنایا مگر اب تو معاملہ برعکس ہو گیا ہے کہ بعض ناعاقبت اندیشوں نے اسے زرطلبی اور کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے، اسلام میں ایسا مالی مطالبہ چاہے سامان کی شکل میں ہو یا نقد کی صورت میں قبل نکاح ہو یا بعد نکاح لڑکی والوں کی طرف سے ہو یا لڑکے والوں کی طرف سے بہر صورت ناجائز وحرام اور رشوت میں داخل ہے۔ جو مال لیا، رشوت لیا اور رشوت والے کے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الراشی والمرتشی فی النار. (الترغیب والترھیب ج:۳/ص:۱۲۰)

"رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں جہنمی ہیں"۔

لین دین کی صورت حال دیکھ کر لگتا ہے کہ سودا بک رہا ہے، جہیز کی تباہ کاریاں بیان سے باہر ہیں دنیا وآخرت میں یہ عظیم خسارے کا باعث ہے اس کی قباحتوں کو بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ ابوطالب محمد بن علی مکی رضی اللہ عنہ (متوفی:۳۸۶ھ) رقم طراز ہیں:

ولا یصلح للمتزوج ان یسال ای شیئٌ للمرأۃ ولا یحل لہ ان یدفع شیئًا لیاخذ اکثر منہ ولا یحل لھم ان یھدوا الیہ شیئًا لیضطروہ ان یکافی باکثر منہ و لیس علیہ ان کافًا ولہ ان لا یُقبل ھدیتھم ان علم ذلک منھم و ھذا کلہ بدعۃ فی النکاح وھو

نکاح کرنے والے کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ عورت کو نکاح میں بطور جہیز کیا ملے گا اور نہ اس کے لیے یہ جائز ہے کہ اسے کچھ اس لیے دے تاکہ اسے زیادہ ملے اور لوگوں کے لیے بھی جائز نہیں کہ اسے کچھ ہدیہ کریں اور اس کو اس سے زیادہ قیمتی چیز دینے پر مجبور کریں۔ اس (شوہر) کے لیے روا ہے کہ اگر

كالتجارة فى التزوج وهو داخل فى الربا ويشبه القمار ومن زوج او تزوج على هذا بهذه النية فهى نية فاسدة وليس نكاحه هذا للدين ولا للآخرة وكان الثورى يقول: اذا تزوج الرجل وقال اى شيئً للمرأة فاعلم انه لص فلا تزوجوه.

ان کا ارادہ معلوم ہو جائے تو ان کا ہدیہ قبول نہ کرے کیوں کہ یہ سب نکاح کی بدعت ہے اور یہ نکاح میں تجارت کے مانند ہے جو سود میں داخل ہے اور جوا کے مشابہ ہے اور جس نے اس نیت کے ساتھ اس طرح نکاح کیا یا کرایا تو یہ نیت فاسد ہے اور اس کا یہ نکاح نہ دین کے لیے ہے نہ آخرت کے لیے۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”جب کوئی شخص نکاح کرتے وقت یہ پوچھتا ہے کہ عورت کیا لائے گی تو سمجھ لو کہ وہ چور ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ نکاح مت کرو۔“ (قوت القلوب فى معاملة المحبوب، ج:۲، ص:۴۷۸، برکات رضا پور بندر، گجرات)

فتاویٰ عالم گیری میں بحر الرائق کے حوالے سے ہے:

”ولو اخذ اهل المرأة شيا عند التسليم فللزوج ان يسترده لانه رشوة.“ (فتاوىٰ عالم گيرى، ج:۱/ص:۳۲۷)

اور اگر عورت والوں نے رخصت کرتے وقت کچھ لیا تو شوہر کو حق ہے کہ اس کو واپس لے لے اس لیے کہ یہ رشوت ہے۔

نیز اسی میں ہے:

خطب امرأة فى بيت اخيها فابى ان يدفعها حتى يدفع اليه دراهم فدفع و تزوجها يرجع بما دفع لانها رشوة كذا فى القنيه.“ (فتاوىٰ عالم گيرى، ج:۴/ص:۴۰۳)

کسی کی بہن کو نکاح کا پیغام دیا بھائی نے انکار کیا کہ جب تک کچھ روپے نہیں دو گے منظور نہیں کروں گا مرد نے دیا اور نکاح کر لیا تو جو دیا ہے واپس لے سکتا ہے اس لیے کہ یہ رشوت ہے۔ ایسا ہی قنیہ میں ہے۔

ایسا ہی درمختار ردالمحتار ج:۴، ص:۳۰۷ میں بھی ہے

اس لیے جہنم سے بچنے کے لیے اس پر فرض ہے کہ اس کو واپس کرے اس کو استعمال میں لانا حرام ہے۔ نیز اسلام میں بلا ضرورت مانگنا ناجائز وحرام ہے۔ اسلام صرف دو ہی

صورتوں میں مانگنے کی اجازت دیتا ہے۔ ایک اس صورت میں جب کہ سائل کا کوئی حق دوسرے سے متعلق ہو۔ دوسری صورت یہ کہ اتنا تنگ دست ہو کہ اس کا گزر بسر اس کے بغیر مشکل ہو اور بغیر سوال کے کوئی چارہ ہی نہ ہو۔ ان صورتوں میں اس کا سوال کرنا جائز ہے لیکن حاجت وضرورت سے زیادہ سوال کرنا جائز نہیں ہے۔ جہیز والی صورت میں ان دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہیں پائی جارہی ہے۔ آج ایک مخصوص صورت کے ساتھ شادی سے پہلے نقدی یا سامان کا مطالبہ ہوتا ہے جو معاشرے کے لیے ناسور کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ سوال کی مذمت احادیث میں بہ کثرت آئی ہے۔ ذیل میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو مال بڑھانے کے لیے سوال کرتا ہے وہ انگارے کا سوال کرتا ہے تو چاہے زیادہ مانگے یا کم۔ (ابن ماجہ، ص:۱۳۲)

جہیز کا مطالبہ کرنے والے بالعموم مال بڑھانے کی نیت ہی سے مطالبہ کرتے ہیں اس لیے وہ اس وعید کے بجا طور پر مستحق ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: آدمی سوال کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر گوشت کا ٹکڑا نہ ہوگا۔ یعنی نہایت بے آبرو ہوگا۔

(۳) حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں کہ مجھ پر ایک مرتبہ تاوان لازم آیا میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سوال کیا۔ فرمایا ٹھہرو! ہمارے پاس صدقہ کا مال آئے گا تو تمہارے لیے حکم فرمائیں گے۔ پھر فرمایا اے قبیصہ! سوال حلال نہیں مگر تین باتوں میں۔ (۱) کسی نے ضمانت کی ہو تو اسے سوال حلال ہے۔ یہاں تک کہ وہ مقدار بھر پائے پھر باز رہے۔ (۲) یا کسی شخص پر آفت آئی کہ اس کے مال کو تباہ کر دیا تو اسے سوال حلال ہے۔ یہاں تک کہ اوقات بسر کرنے کے لیے پا جائے۔ (۳) یا کسی کو فاقہ پہنچا اور اس کی قوم کے تین عقل مند شخص گواہی دیں کہ فلاں کو فاقہ پہنچا ہے تو اسے سوال حلال ہے۔ یہاں تک کہ بسر اوقات کے لیے حاصل کرے اور ان باتوں کے سوا

اے قبیصہ سوال کرنا حرام ہے کہ سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کی اس تحریر سے اس پر مزید روشنی پڑتی ہے، آپ فرماتے ہیں:

”جب غرض ضروری نہ ہو تو سوال حرام، مثلاً آج کو کھانے کو موجود ہے تو کل کے لیے سوال حلال نہیں کہ کل تک کی زندگی بھی معلوم نہیں کھانے کی ضرورت تو درکنار، یوں ہی رسومِ شادی کے لیے سوال حرام کہ نکاح شرع میں ایجاب وقبول کا نام ہے جس کے لیے ایک پیسہ کی بھی ضرورت شرعاً نہیں اور اگر غرض ضروری ہے اور بے سوال کسی طریقہ حلال سے دفع ہو سکتی ہے جب بھی سوال حرام، مثلاً کھانے کو کچھ پاس نہیں مگر ہاتھ میں ہنر ہے یا آدمی قوی و تندرست قابل مزدوری ہے کہ اپنی صنعت یا اجرت سے بقدر حاجت پیدا کر سکتا ہے۔ قبل اس کے کہ احتیاج تا بحد مخمصہ پہنچے تو اسے سوال حلال نہیں نہ اسے دینا جائز کہ ایسوں کو دینا انھیں کسب حرام پر مؤید ہوتا ہے اگر کوئی نہ دے تو جھک مار کر آپ ہی محنت مزدوری کریں۔“

(خیر الآمال فی حکم الکسب والسوال ص: ۱٤، ۱۵، رضا اکیڈمی)

(۴) حضرت زبیر بن عوام سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص رسی لے اور اپنی پیٹھ پر لکڑی کا گٹھر باندھ کر لائے اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت کو محفوظ رکھے یہ لوگوں سے مانگنے سے بہتر ہے چاہے وہ دیں یا نہ دیں۔

(بخاری، ج:۱، ص:۱۹۹، باب الاستعفاف عن المسألة)

اس حدیث میں جہیز والوں کے لیے کتنی صراحت کے ساتھ وعید سنائی گئی ہے۔ ایک مسلمان کے لیے یہی چند ارشادات کافی ہیں جن سے بغیر ضرورت کے سوال کرنے کی مذمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ آج کل جہیز کا مطالبہ اکثر زر طلبی اور فخر ومباہات کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اس لیے جہیز کا مطالبہ کرنے والوں پر یہ ارشادات پورے طور پر صادق آتے ہیں عوام الناس کا اس مرض میں مبتلا ہونا پوری قوم مسلم کے لیے باعث تشویش اور لمحہ فکریہ ہے۔ یہ مرض اسلامی اقدار وروایات کو پامال کر رہا ہے جس اسلام نے ایک دوسرے کو ہمدردی اور بھائی چارگی کا درس دیا ہے اسی کے پیرو کار چند کوڑیوں کے لالچ میں ایک دوسرے کی آبروریزی اور

اس کی چادر عفت تار تار کرنے کے درپے ہو گئے ہیں۔ نکاح کے جہاں دوسرے بہت سے نیک مقاصد ہوتے ہیں وہیں ایک اہم مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ دو خاندانوں کے درمیان خوش گوار رشتہ پیدا ہو جائے اور ان کے درمیان محبت واخوت کے راستے ہموار ہوں، اس کا یہ مقصد ہمیشہ حاصل ہوتا رہا ہے۔ مگر افسوس! موجودہ جہیز کی لعنت نے جہاں ان تمام نیک مقاصد پر پانی پھیرا وہیں اس کا ایسا اثر ظاہر ہوا جو مقصد مناکحت کے خلاف ہے، یعنی باہمی فتنہ وفساد۔

جہیز سے معاشرہ کا امان غارت ہو گیا ہے، بعض علاقوں کے اکثر افراد اس بلائے بے درماں کے شکار ہیں شادی کے بعد جہیز کی کمی کا شکوہ ہوتا ہے۔ جب اسلامی احکام سے واقفیت رکھنے والا صحیح وسقیم، حلال وحرام کے درمیان امتیاز کرنے والا شخص بھی اس کی قباحتوں کو نظر انداز کر کے اور اس کی تباہ کاریوں سے بے پروا ہو کر جہیز کا مطالبہ کرتا ہے تو اس حال میں معاشرے کی اصلاح کی کس سے امید لگائی جا سکتی ہے؟۔

جس اسلام نے یہ بتایا کہ دین پورا کا پورا خیر خواہی کا نام ہے۔ جیسا کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال بَایعتُ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم علی اِقامِ الصلوٰةِ وایتاءِ الزکوٰةِ والنُّصحِ لِکُلِّ مُسْلِمٍ. (مسلم شریف ج:۱، ص:۵۵)

حضرت جریر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے، زکوۃ دینے اور ہر مومن کے لیے خیر خواہی پر بیعت کی۔

اس اسلام کے ماننے والے آج ایک دوسرے کے بدخواہ ہوتے جارہے ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں یہ بھی وارد ہے کہ ایک مسلمان جو اپنے لیے پسند کرے وہی دوسروں کے لیے بھی پسند کرے:

عن انس عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لایومن عبد حتی یحب لجاره اولاخیه مایحب لنفسه. (مسلم، ج:۱، ص:۵۰)

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اس ارشاد میں کتنی تاکید کے ساتھ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے صلہ رحمی اور اس کی امداد و اعانت پر ابھارا گیا ہے۔ یہاں تک کہ کمال ایمان کو اس پر موقوف کیا گیا ہے کہ بندہ کامل مومن اس وقت تک نہ ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ مروجہ جہیز کے مطالبہ میں ایک مسلمان کو کتنی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کتنی ذلتوں اور کتنی رسوائیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔ جہیز کے مطالبہ کو پورا کرنے کے لیے مختلف مقامات کی کتنی خاک چھاننی پڑتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات اپنے ایمان اور عزت کو داؤں پر لگانے کی بھی نوبت آجاتی ہے۔ مگر یہ جہیز کا مطالبہ کرنے والا اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اس پر صرف مال وزر کا نشہ سوار رہتا ہے۔ ایک مسلمان کی ہتکِ عزت کے در پے ہوکر اور اپنی شان وشوکت بڑھانے کے چکر میں اسلام اور اس کے فرامین سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ ذیل کی حدیث سے ایسے لوگوں کو سبق لینا چاہیے:

عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم المسلم اخو المسلم لایخونه ولا یکذبه ولایخذله کل المسلم علی المسلم حرام عرضهٗ وماله ودمه التقویٰ ههنابحسب امرءٍ من الشران یحتقر اخاه المسلم. (ترمذی ج:۲، ص:۱۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک مسلم دوسرے مسلم کا بھائی ہے اس کے ساتھ خیانت نہ کرے، نہ اس کو جھٹلائے اور نہ اس کو رسوا کرے ہر مسلم کا دوسرے مسلم پر اس کی عزت اس کا مال، اس کا خون حرام ہے، پرہیز گاری یہی ہے کہ آدمی کی برائی کے لیے یہی کافی ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی ہتک عزت کرے۔

آج مسلمان اگر اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہو جائیں تو مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کی کایا پلٹ سکتی ہے۔ اسلام نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی خیر خواہی اور نصرت وحمایت پر ابھارا ہے۔ عدل ومساوات کا حکم دیا ہے کسی کو کسی پر افضلیت و برتری نہیں عطا کی ہے۔ مال وزر، حسب ونسب یہ عارضی چیزیں ہیں۔ یہ فخر ومباہات کے لائق نہیں یہ انسان کو معزز نہیں بناتی ہیں، بلکہ تقویٰ، حسن عمل اور پاکیزہ کردار انسان کو عزت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ.(۴۹/۱۳) اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

اسلام نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے مل جل کر رہنے کا حکم دیا اس تعلق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع کے موقع پر تاریخی خطبہ بہت اہم ہے کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کسی گورے کو کسی کالے پر کسی مالک کو کسی غلام پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت تو تقویٰ وپرہیز گاری سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً.(ترمذی ج:۲، ص:۱۵) مومن، مومن کے لیے اس عمارت کی طرح ہے جس میں بعض کو بعض سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔

جہیز عورت کی ملک ہے:-

یہ رواج بن چکا ہے کہ عورت جو کچھ جہیز کی صورت میں زیور وغیرہ لاتی ہے۔ شوہر اس کو اپنی ملک سمجھتا ہے، اور بسا اوقات اس میں تصرف بھی کرتا ہے حالاں کہ بغیر عورت کے اذن کے اس کا کوئی تصرف نافذ نہیں ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ ''وہ مال تمام وکمال خاص مِلکِ عورت ہے دوسرے کا اس میں کچھ حق نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ جدید ج:۱۲، ص:۲۰۱ پوربندر گجرات)

رد المحتار میں ہے:

کل احد یعلم ان الجهاز ملك المرأة وانه طلقتها تاخذه كله واذا ماتت يورث عنها ولا يختص بشی منه. (ردالمحتار، ج:۲، ص:۶۵۳، دار التراث العربی بیروت) ''ہر شخص یہ جانتا ہے کہ جہیز عورت کی ملک ہے اور وہ جب اس کو طلاق دے گا، پورا کا پورا اس سے لے لے گی اور جب عورت مرجائے گی تو شوہر اس کا وارث ہوگا اور شوہر اس میں سے اپنے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔

اور وہ زیور جو باپ اپنی بیٹی کو دے وہ خالص اسی کا ہے شوہر کو کسی طرح کا استحقاق مالکانہ اس میں نہیں ہے نہ اس کا اس میں تصرف بے رضا واذن زوجہ نافذ ہو سکے گا۔ درمختار میں ہے کہ کسی شخص نے اپنی بیٹی کو کچھ جہیز دیا اور اس کے سپرد بھی کر دیا تو اب اسے واپس نہیں

لے سکتا اور نہ ہی اس کے مرنے کے بعد اس کے وارث واپس لے سکتے ہیں۔ بلکہ وہ خاص عورت کی ملکیت ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے بشرطے کہ اس نے یہ جہیز حالت صحت میں بیٹی کے سپرد کیا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ ج:۵،ص:۵۲۹)

آج جو یہ غلط تصور پھیلا ہوا ہے کہ جو بھی شادی میں سسرال والوں کی جانب سے ملا سب کا سب لڑکے کی ملک ہے یہ نہایت غلط ہے۔

ہمارے معاشرے کا خوش حال طبقہ اپنے نام ونمود اور اولاد کی محبت میں بغیر طلب کے اتنا سارا جہیز دے ڈالتا ہے جسے دیکھ کر دوسروں کے اندر حریصانہ جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اسی وقت سوچ لیتے ہیں کہ ہم بھی اپنی شادی میں اسی طرح ڈھیر سارا جہیز لے کر آئیں گے۔ پھر دھیرے دھیرے یہ رجحان ہر خاص وعام میں بڑھتا گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ آئی کہ بعض نادان اس کو معاشرہ کا سب سے بڑا بخیل سمجھتے ہیں جو جہیز نہ دے یا کم دے۔

اس برائی کے سد باب کے لیے ارباب حل وعقد اور معاشرے کے ذمہ دار افراد کو غور کرنے کی ضرورت ہے، ورنہ یہ مرض آہستہ آہستہ اسلامی روح کو مردہ کر دے گا۔ اس کے لیے لوگوں کو قرآن وسنت سے اس کے بارے میں وعیدیں سنائی جائیں اور ایک مسلم کی دوسرے مسلم سے محبت وہمدردی کی اہمیت وفضیلت بتائی جائے۔ نکاح جیسے معزز رشتہ کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کیا جائے۔ اس کے تعلق سے اصلاح کے لیے خاص انجمنیں قائم کی جائیں جو نوجوانوں کو اس معاملہ میں بیدار کریں کہ "المالُ غادٍ ورائحٍ" (مال آنے جانے والا ہے) مال کی ایسی بے جا محبت لوگوں کے دلوں سے ختم کرنے کی کوشش کی جائے اور لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ حقیقی کامیابی آخرت کی کامیابی ہے اس کے لیے سلف صالحین اور بزرگان دین کے واقعات سے بھی مدد لی جائے۔